ڈاکٹر امین اللہ وثیر

کویت کی ادبی محفلیں

(۲)

خدمت منذ الصبا الآداب بینکم — حتی أتی لقوای الشیب قماعا
لکن شیخوختی عن حمل أثقالها — ضاقت فأسمعتکم شکوای ملتاعا

(ترجمہ) میں نے تمہارے درمیان آغازِ جوانی ہی سے علم و ادب کی خدمت انجام دی ہے۔ حتیٰ کہ بڑھاپا اندھا بن کر میرے قویٰ پر چھا گیا۔ لیکن اب میرا بڑھاپا مصائب و آلام کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو گیا ہے اور میں شکستہ دل ہو کر تمہیں اپنی شکایت بھری داستاں سنا رہا ہوں۔

صقر کو اپنے مکفوف البصر ہونے کا بڑا احساس تھا، وہ عام طور پر گھر سے باہر نکلنے سے اجتناب کیا کرتا تھا۔ زندگی کے آخری بیس سالوں میں تو وہ حقیقتاً معاشرے سے کٹ کر رہ گیا تھا اور بالکل خلوت کی زندگی گزارنے کا عادی بن گیا تھا۔ اس زمانے کے کویت میں ابھی نئی تہذیب و تمدن کی سہولتیں پوری طرح موجود نہیں تھیں اور جدید معاشرت کا ابھی آغاز ہی ہو رہا تھا۔ گلیاں تنگ تھیں اور ان میں نالیاں جا بجا بکھری پڑی تھیں۔ ہر قدم پر اس محروم البصارت شاعر کو ٹھوکر کھانے کا خدشہ لگا رہتا تھا اس زندگی کا ایک نقشہ وہ خود پیش کرتا ہے جیسے کیا مرثیے کا سا انداز ہے

ولکننی ما سرت وحدی مرۃ — فعادت ولم تجرح جبینی ید الجدر
فهن اذا ابصرننی دون قائد — تهددن لتحطیم الصبر عنی الی خطر
ولیس لعکازی وان طال من غنی — تجاہ صفیح الجدر أو أنمل الحفر
فأبقی تهدید اللبیب حتی یتاح لی — کریم عن الاسعاف لیس بمزدر

(ترجمہ) کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں تنہا باہر گیا ہوں۔ اور جب واپس لوٹا تو دیوار کے ہاتھ نے میری پیشانی کو زخمی نہ کر دیا ہو۔ گویا کہ کویت کی دیواریں جب بھی مجھے بغیر کسی رہبر کے دیکھتی ہیں تو میرے صبر و قرار کی نظم کو نثر میں بدل ڈالتی ہیں۔ اگرچہ میری لاٹھی بڑی لمبی ہے لیکن مضبوط دیواروں کے

پہلے میں وہ یا میری دونوں انگلیاں فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ پھر بھی مخبوط الحواس ہو جاتا ہوں حتی کہ مجھے کوئی ایسا شریف النفس مددگار مل جائے جو بھٹکا دینے والا نہ ہو۔

فآدی الی بیتی وشوبی لاستری — بہ او جسمی موضحا غیر مغبر

فما الضریر من فراق مکانہ — من الریح الا ما یقل عن الخسر

وما رقت الجدران یوما لحالتی — وھل رقۃ للطین ترجی او الحجر

(ترجمہ) پھر میں اپنے گھر میں پناہ لیتا ہوں اور میری حالت یہ ہوتی ہے کہ میرے لباس اور میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جو غبار آلودہ نہ ہو (سچی بات تو یہ ہے کہ) بینائی سے محروم انسان کے لیے اپنے گھر سے باہر نکلنے میں قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہے۔ دیواروں نے کبھی میری حالت پر رحم نہ کھایا۔ کیا مٹی اور پتھر سے رحم و کرم کی امید بھی کی جا سکتی ہے؟

ایک اور نظم میں کہتا ہے:۔

لزوم البیت للاعمی سبیل — الی راحاتہ والی السلامہ

فلا یبرح ضریر من ذراہ — فغایۃ مسرح الاعمی ندامہ

(ترجمہ) محروم البصارت انسان کے لیے راحت اور سلامتی کا یہی طریقہ ہے کہ وہ گھر میں بیٹھ رہنے کو اپنے اوپر لازم قرار دے لے۔ جب بھی کوئی نابینا اپنی سکونت گاہ سے باہر نکلتا ہے تو اس کا انجام محض ندامت ہی ہوتا ہے۔

لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کے سلسلے میں کہتا ہے:۔

ولم ار باساً فی لزومی منزلی — وان کنت فیہ کالسجین اخی الغل

ولا غرو اذ بارحت بیتی سالما — وعدت جریح الرجل منقطع النعل

اذا خرج الاعمی لغیر ضرورۃ — بلا قائد من بیتہ فھو ذو جھل

(ترجمہ) میں گھر میں تنہا بیٹھے رہنے میں کوئی حرج نہیں دیکھتا۔ اگرچہ میں اس قیدی کی طرح ہوں جس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ میں گھر سے صحیح سالم باہر نکلوں اور جب واپس لوٹوں تو میرے پاؤں زخمی ہو رہے ہوں اور میرا جوتا ٹوٹا ہوا ہو۔ اگر کوئی اندھا کسی رہنما کے بغیر گھر سے باہر نکلتا ہے تو وہ جاہل ہے۔"

لیکن اس کے سامنے تاریخ کے بعض ایسے عظیم لوگ بھی موجود ہیں جو محرومیٔ بصارت کے باوجود زندگی میں کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے اور جنھیں نہ صرف ان کے اپنے معاشرے نے عزت و احترام سے قبول کیا، بلکہ جن کے کارنامے آج بھی صفحۂ روزگار پر تابندہ و درخشاں ہیں۔

يمزقني انحطاط العمى حزنًا — وحظهم على العليا قدير
وفي درس العلوم لهم محلٌّ — تولّوا فجلت فيه البدور
لهو ميروس في اليونان فضلٌ — يفاخر منهم فيه الفخور
وطٰه قد بنى مجدًا رفيعًا — له بين الورى شأنٌ خطير
وفي هٰذين أسوة كل أعمى — لبيب . قلبه قلب كبير

(ترجمہ) اندھے پن کا انحطاط مجھے غم و حزن کی وجہ سے پراگندہ خاطر کیے ہوئے ہے حالانکہ بہت سے ایسے مکفوف البصر انسان گزرے ہیں جو سب بلندیوں پر فائز رہے تھے، تدریس و تعلیم میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ چودھویں کے چاند بھی تمنا کرتے ہیں کہ وہ اس مقام پر طلوع ہوتے۔

یونانیوں میں ہومر کو خاص فضیلت حاصل ہے جس پر فخر کرنے والے فخر کرتے ہیں۔ طٰہٰ حسین نے بھی ایک بلند و بالا شرف و مجد کی بنیاد رکھی۔ اہل دنیا میں اس کی ایک نرالی شان ہے۔ ان دونوں میں ہر دانا، نابینا کے لیے جس کا دل بڑا ہو ایک نمونہ اور مثال ہے۔

دنیا اور دنیا والوں سے صقر کو بڑی شکایت ہے۔ وہ سچی بات کہنے کا عادی ہے گو اسے معلوم ہے کہ سچ بہت کم گوارا کیا جاتا ہے۔

وكم لي في الكويت أولي عداء — بلا ذنب صغير أو كبير
سوى أنّي صريح القول حرٌّ — يترجم مقولي ما في ضميري

(ترجمہ) کویت میں میرے کتنے ہی دشمن ہیں حالانکہ میں نے ان کا کوئی نقصان نہیں کیا — نہ چھوٹا نہ بڑا۔ سوائے اس کے کہ میں ہمیشہ سچی بات کہنے والا آزاد طبع انسان ہوں جو کچھ میرے دل میں ہوتا ہے، زبان اس کی ترجمان بن جاتی ہے۔

قالوا اعتزلت الناس قلت لأنّهم — جرّوا على المحزنات صنوفا
لولا مخالطتي البريّة لم يكن — قلبي لذؤبان الهموم خروفا

(ترجمہ) مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو نے لوگوں سے میل جول کیوں ترک کر دیا؟ میں نے کہا اس لیے کہ انھوں نے میرے اوپر طرح طرح کے غم و الم ڈال دیے ہیں۔ اگر دنیا سے میرا میل ملاپ نہ ہوتا تو میرا دل غموں کے بھیڑیوں کے سامنے بھیڑ کا بچہ نہ بن جاتا۔

صقر عزتِ نفس کو ہر حال میں مدِ نظر رکھتا ہے۔ وہ ایک مردِ قلندر ہے جو ساری دنیا کو اپنے حقارت سے ٹھکرا سکتا ہے۔

ولما لم أجد في الناس حُرّاً یعین علی مُلمّات الأمور
نبذت الناس ظهريّاً ورائي وناديت المنونَ ألا فزوري
فمثلي ماله في العيش خيرٌ وهل في العيش خير للفقير
ولكنّي سُمّيتُ صقراً وهل أبصرت ذلاً في الصقور

(ترجمہ) جب میں نے دنیا میں کوئی ایسا انسان نہ پایا جو مصائب و آلام میں میری مدد کر سکے تو اس نے لوگوں کو پشت پیچھے پھینک دیا اور موت کو آواز دی کہ وہ میرا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ میرے جیسے شخص کے لیے زندگی میں کوئی بھلائی نہیں اور زندگی میں ایک فقیر کے لیے بھلائی ہو بھی کیا سکتی ہے۔ لیکن چونکہ میرا نام صقر (شاہین) مشہور ہے (اس لیے ذلیل و خوار نہیں ہوں گا) اور میں نے شاہین کو ذلیل و خوار ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔

ایک مجبور و مقہور انسان کی حیثیت سے وہ دنیا والوں سے رحم و کرم کا طالب بھی ہے۔

لكل سهام موجعة فؤادي أراه بينكم أمسى نبيثا
وما لي من مغيثٍ حين أدعو وأجهر بالدعا ألا مغيثا
كأني بينكم ذئبٌ خبيث ومن ذا يرحم الذئب الخبيثا

(ترجمہ) ہر وہ تیر جو میرے دل کو دردمند بنا سکتا ہے وہ تمھاری ہی طرف سے نشانہ بن کر آتا ہے اور جب میں پکار پکار کر کہتا ہوں کہ کوئی میری دست گیری کرنے والا ہے تو کوئی میری مدد کے لیے نہیں بڑھتا۔ گویا میں تمھارے درمیان ایک بدفطرت بھیڑیا ہوں اور کون ہے جو بدفطرت بھیڑیے پر رحم کھائے۔

کبھی کبھی اُسے اپنی تنہائی کا احساس زیادہ شدت سے ہوتا ہے تو وہ اپنی ذات کو دنیا میں بےکار محض سمجھنے لگتا ہے۔

الی اللہ اشکو انّنی فی معاشرٍ یرونی من الاعسار کالواوِ فی عمرو

(ترجمہ) میں اللہ ہی سے شکوہ کناں ہوں کہ میں ایک ایسے معاشرے میں رہ رہا ہوں جو مجھے بوجہ تنگدستی ایسا ناکارہ سمجھتا ہے جیسے عمرو میں واؤ۔

جیساکہ آپ نے دیکھا صقر الشبیب ایک حساس فطرت کا مالک انسان ہے اس لیے اس کے ہاں جذبۂ محبت کا پایا جانا بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس کے کلام میں غزلیہ اشعار کی بھی کمی نہیں۔ اسے قدما کے بے شمار قصائد نوکِ زبان تھے اور وہ ان سے متاثر بھی ہوا چنانچہ وہ غزل گوئی میں بھی قدما ہی کا مقلد تھا۔

بشار بن برد بھی نعمت بصارت سے محروم تھا وہ حسین چیزوں کو دیکھ تو نہیں سکتا تھا لیکن اس کے کان حسنِ صوت سے پوری طرح لذت آشنا تھے اور اسی سبب اس نے کہا تھا کہ ایک ہستی سے اس کے کانوں کو عشق ہو گیا ہے۔

یاقوم اذنی لبعض الحیّ عاشقۃ والأذن تعشق قبل العین احیانا

(ترجمہ) لوگو! میرے کان کو قبیلے کی کسی لڑکی سے عشق ہو گیا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کان آنکھ سے پہلے صید محبت بنا۔

صقر کہتا ہے:-

لاتقلْ انّی لاعمی صبوۃٌ اذنی عینی، وھل ذا من التباس

(ترجمہ) مت کہہ کہ محروم بصارت گرفتار محبت کیونکر ہو سکتا ہے۔ میرا کان میری آنکھ ہے۔ اور اس میں شک وشبہ کی کیا بات ہے

تلوت بسمعی صورۃ المھا بلفظ لہ منہ تکون عقدہ

فآمن قلبی انہ اوحد الظبا جمالاً وان قد عز فیھن ندہ

تواصل منہ الوصل لی قبل علمہ بأنی علی حکم الصبابۃ عبدہ

(ترجمہ) میں نے نیل گائے کا تصور جمایا، بجائے آنکھوں کے اپنے کانوں کی وساطت سے، ان الفاظ کی بدولت جن کی بنا پر اس کی صورتِ خیال میرے ذہن میں جم گئی ہے، تو میرا دل اس بات پر ایمان لے آیا کہ وہ بے مثال ہرنی ہے حسن وجمال میں، اور یہ کہ ہرنیوں میں اس کی اور کوئی نظیر

نہیں ہے۔ مجھے اُس کا وصل نصیب ہوتا رہا اس کے اس بات کے جاننے سے پہلے کہ میں عشق و محبت کی وجہ سے اُس کا غلام ہوں۔

قدیم عرب شعرا کی طرح صقر الشبیب کے غزلیہ کلام میں بھی ایک جیتی جاگتی محبوبہ کا حسین تصور ہر وقت نگاہوں کے سامنے گھومتا رہتا ہے۔ اس حسین شخصیت کا نام اُس نے "زینب" رکھا۔

أذابَ فؤادي منكِ هذا التجنّب فبات دماً من مقلتيّ يَتصبّبُ

فان كان لي ذنبٌ اليكِ جنيتُهُ على غير عمدٍ فاغفري الذنب زينب

الى كم أُقاسي من جفائكِ حسرةً لها بين أحشائي وقلبي تلهّب

(ترجمہ) تیرے اس تغافل نے میرے دل کو پگھلا ڈالا۔ اور وہ خون بن کر میری آنکھوں سے بہہ پڑا۔ اے زینب! اگر میری طرف سے غیر ارادی طور پر کسی جفا کا ارتکاب ہوا ہے تو تُو مجھے معاف کر دے۔ میں کب تک تیری جفاؤں کا نشانہ بنا رہوں گا۔ ایک حسرت میرے قلب و جگر میں ہر وقت شعلہ زن رہتی ہے۔

عذلوني على اندفاعي مع الحبّ كأني اندفعت معه اختيارا

جهل العاذلون أني آسبت من غرامي مالي اضطرت اضطرارا

ثم عادوا باليأس من أن يروا لي عن حبيبي تسلّياً واصطبارا

يئس العاذلون مني فقالوا لوم هذا الفتى غدا لا خسارا

(ترجمہ) انھوں نے میری محبت ہونے پر مجھے ملامت کی گویا کہ یہ مبتلا ہونا میرے اپنے اختیار میں تھا۔ یہ ملامت کرنے والوں کی کم فہمی ہے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ میں محبت سے باز آجاؤں گا کیونکہ یہ سب کچھ تو مجھ سے اضطراری طور پر ہو رہا ہے۔ پھر وہ سب اس بات سے مایوس ہو کر لوٹ گئے کہ میری طرف سے محبوب کی جدائی پر صبر و قرار کا مظاہرہ کر سکیں گے۔ ملامت کرنے والے میری طرف سے ناامید ہو گئے اور کہنے لگے۔ یہ نوجوان قابل ملامت ہے۔ اسے ہم سراسر نقصان میں دیکھ رہے ہیں۔

صقر کی شاعری میں اتحاد عرب کی دعوت بھی ملتی ہے۔ اس کی تمنا تھی کہ مختلف خطوں میں پھیلے ہوئے عرب ایک جسم بن جائیں تاکہ اپنے شاندار ماضی کو از سر نو تعمیر کر سکیں۔ فلسطین کے بارے میں

اس نے بہت سے قصائد لکھے جن میں قضیۂ فلسطین کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا اور عربوں کے اس قدیم وطن کو غیروں کے چنگل سے نکال لینے کے لیے ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لانے کی ترغیب دی۔

صقر نماز کا پابند تھا اور رمضان میں روزے رکھتا تھا۔ وہ ایک سیدھا سادا مسلمان تھا مگر زمانے کی روش کے مطابق اس پر بھی الحاد و زندقہ کا الزام لگایا گیا۔ بعض لوگوں نے اس کی شمع حیات بجھا دینے کا پروگرام بنایا۔ صقر نے اپنے ایک قصیدے میں اپنے اوپر لگائے گئے تمام الزامات کی تردید کی اور اس بات کا برملا اعلان کیا کہ وہ دین اسلام پر ہمیشہ مضبوطی سے قائم رہا ہے۔

"شاعر الکویت صقر بن سالم الشبیب نے ۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۷ راگست ۱۹۶۲ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ جس وقت اس نے جان، جانِ آفریں کے سپرد کی وہ اپنے مختصر سے حجرے میں تن تنہا تھا اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی کوئی شخص اس کے پاس موجود نہیں تھا اس نے زندگی میں ہی اپنے بارے میں کہہ دیا تھا۔

فصرت بحیث لا ید یرانی ولا عمروٌ الی یوم الحمام

عسی ان یستتب به صفائی واحظی من سکونی بالمرام

ترجمہ: جب میں نے سفر آخرت کا آغاز کیا تو نہ مجھے زید دیکھ رہا تھا نہ عمرو۔ شاید اس طرح صفائے باطن تکمیل کو پہنچ جائے اور میں اپنے مقصد — سکون و اطمینان — کو پوری طرح حاصل کرسکوں۔

یقین ہے کہ اس نے مرنے کے بعد اپنے تمام احباب اور دوستوں کو معاف کردیا ہوگا۔ کیونکہ وہ زندگی میں اس بات کا قائل تھا کہ محبت دوستوں کے عیوب پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

تحب الفتی للفتی مسبلٌ علی ما به من عیوب غطا

عبد اللطیف بن ابراہیم آل نصف

کویت کے بعض دیگر شعرا کے کلام کا نمونہ پیش خدمت ہے۔ عبد اللطیف بن ابراہیم بھی ایک مشہور شاعر ہیں۔ انھوں نے نامور مجاہد محمد بن عبد الکریم کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

أرى الشرق بالأغلال يرسف باكياً   على حين بات الغرب جذلان يبسم

حنانيكم يا ساسة الغرب حسبكم   فيا طالما أجرمتمو وظلمتمو

ملكنا فواسيناكم بنفوسنا   فهلا فعلتم مثل ذا إذ ملكتم

تخلوا عن الرائف العزيز لأهله   وعودوا الى أوطانكم فهو أسلم

طلعت فظنوا في ثيابك طارقاً   وذكرتهم أيام طارق فيهم

فقد علمت مدريد أنك فاتح   وقد شهدت باريس أنك ضيغم

فصحح فيهم السيف الذي أنت حامل   وعلمهم   في الحروب ما لم يعلموا

تدك الجبال الشم وهي منيعة   وتحصد جمع الجيش وهو عرمرم

(ترجمہ) میں دیکھ رہا ہوں کہ مشرق پابزنجیر ماتم کناں ہے جب کہ مغرب خوش و خرم قہقہے لگا رہا ہے میں رحم کا ملتجی ہوں۔ اے مغرب کے رہنماؤ! تم نے بہت جرم کیے ہیں اور بڑے بڑے ظلم توڑے ہیں اب بس کر دو —— جب ہم تم پر حکمران تھے تو ہم نے تمہارے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کیا تھا۔ لیکن جاؤ جب تم حکمران ہوئے تو تم نے بھی ہمارے جیسے اخلاقِ کریمانہ کو کیوں اختیار نہ کیا۔ ہمارے محبوب سبزہ زاروں کو ان کے مالکوں کے لیے چھوڑ دو اور اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ۔ یہی بات صحیح اور درست ہے —— اے عبدالکریم! میڈرڈ جانتا ہے کہ تو ہی فاتح ہے اور پیرس گواہی دیتا ہے کہ تو ہی شیر ہے —— تو ذرا انھیں اپنی تلوار کے جوہر دکھا۔ اور جنگ کے متعلق جو کچھ وہ نہیں جانتے اس کا سبق انھیں سکھلا۔ تو بلند و بالا پہاڑوں کو گرا دیتا ہے اور لشکرِ جرار کو تہ تیغ کر دیتا ہے۔

"اہلِ وطن سے خطاب"، عبداللطیف کی ایک اور مشہور نظم ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

أيرتجى لهم خير وجهلهم   لا يغتصب اليوم من حق اذا اهتضما

هيهات يقبل حر ان يضام وهل   بالضيم يرضى حر في العلا قدما

دبح الكويت و بيع الساكنين بها   ان لم يثيروا او ينفوا منهم ألما

لاح الأديب بها حيران مضطهدا   ذليل أمتها وعند ذوي الجهل محترما

أطلقتم يدكم في هدم مجدكم   لله مجد بلا اعلام له هدما

(ترجمہ) کہاں سے کسی بھلائی کی توقع کی جا سکتی ہے حالانکہ اس کی نادانی و جہالت کی یہ حالت ہے کہ اگر ان کا کوئی حق غصب کر لیا جائے تو اس پر بھی انہیں غصہ نہیں آتا۔ افسوس کہ کوئی آزاد فطرت انسان اس بات کو قبول کر لے کہ اس پر ظلم کیا جائے اور کیا ظلم کی موجودگی میں کوئی آزاد انسان بلندیوں پر قدم جما سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ کویت اور اہل کویت پر اگر وہ برانگیختہ نہ ہوں اور اپنی ہمتوں کو نہ ابھاریں۔ ادیب یہاں حیران اور پریشان اور مجبور ہو کر رہ گیا ہے، ہائے افسوس! کہ جاہل قابل احترام شخصیت کا مالک ہے تم نے اپنے مجد و شرف کی عمارت کو گرانے کے لیے دونوں ہاتھ آزاد چھوڑ دیے ہیں۔ افسوس ہے اس مجد و شرف پر جس کا کوئی حامی نہ اٹھا اور اسے گرا دیا گیا۔

عبداللطیف نے علامہ محمود شکری آلوسی کا مرثیہ بھی لکھا جو بہت مقبول ہوا۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

رويدك يا هذا الزمان فانني — أراك لعمري للكرام معاديا
علام وحتى لست تنفكّ دائبا — تدير لنا كأس المصائب ساقيا
أعزيك بغداد بشكري فقد مضى — تقيًّا نقيًّا طاهر الثوب صافيا
لقد وهي الإسلام يوم وفاته — بما لو أصاب الدهر أصبح جاثيا
بكى المسجد الأقصى عليه بعبرة — وأضحى له البيت الحرام مجاريا
وأست دموع الرافدين سواكبا — عليه وبات النيل بالمدمع جاريا

(ترجمہ) اے زمانے! ذرا آہستہ خرامی سے کام لے۔ میری زندگی کی قسم۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو معزز لوگوں کا دشمن ہے۔ آخر کب تک تیری یہی عادت رہے گی اور کب تک تو ہمیں مصائب و آلام کے پیالے پلاتا رہے گا، اے بغداد! علامہ شکری کی موت سے تجھ پر ایک بہت بڑی مصیبت آ پڑی ہے۔ کیونکہ آج ایک متقی، پاکیزہ صفات، پاکیزہ خصائل انسان چل بسا ہے۔ اس کی وفات کے دن اسلام کو ایک اتنی بڑی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا ہے کہ اگر وہ آفت زمانے پر ٹوٹ پڑتی تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا۔ مسجد اقصیٰ اس کے لیے رو پڑی اور مسجد حرام بھی اس کی موافقت کر رہی ہے اور دجلہ و فرات اس کے لیے آنسو بہانے لگے اور دریائے نیل کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔

فراقِ دوست

أرى ساعة التفريق والبين قد دنت
فصبري والسلوى آذنا ببعاد

قفوا قبل توديعي لكم لأبثكم
لواعج شوق حكمت بفؤادي

فاني اذا ودعتكم لم تودعوا
بتوديعكم عيشي وطيب رقادي

(ترجمہ) میں دیکھ رہا ہوں کہ جدائی کی گھڑی قریب آگئی ہے اور میرا صبر و قرار مجھ سے چھن گیا ہے ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ الوداع کہنے سے پہلے میں تمہیں اس سوزِ عشق سے آگاہ کر سکوں جو میرے دل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یقین کرو کہ تمہیں الوداع کہہ کر گویا میں اپنی زندگی اور خوش خیالی کو رخصت کر رہا ہوں۔

وعظ و ارشاد

لا تحسبن بخيل القوم سيدهم
أني يسود من يبذل النشبا

ما المال ان لم يشد ذكرا لصاحبه
سوى وبال عليه يجلب الحربا

(ترجمہ) کسی بخیل شخص کو قوم کا آقا نہ سمجھو بلکہ سردارِ قوم وہ ہے جو اپنا مال و دولت خرچ کرتا ہے وہ مال جو اپنے مالک کے ذکر کو مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں کرتا اس کے لیے ایک مصیبت بن جاتا ہے۔

لك الويل هل من يقظة بعد رقدة
الم يؤلم الاقوام طول سهاد

فيا ويح قومي والمصائب جمة
لقد لبست ثوب الهوان بلادي

بلادي بها سوق الخرافات رائج
فلم تجن يوماً واحداً بكساد

(ترجمہ) تیری بربادی ہو (اے قوم) کیا گہری نیند کے بعد بیداری نہیں ہوگی کیا طویل بے خوابی نے قوموں کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ مجھے اپنی قوم پر بہت افسوس ہے مصائب و آلام بے حد و حساب ہیں۔ اور میرے وطن نے ذلت و خواری کا لباس پہن رکھا ہے۔ یہ وہ ملک ہے جس میں خرافات کا بازار پُر رونق ہے اور اس تجارت میں اسے کبھی نقصان نہیں اٹھانا پڑا۔

خالد محمد آل فرج

ایک اور مشہور شاعر خالد محمود ہیں جن کی نظم "شاعر الکویت صقر الشبیب" کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

محرري الكويت وبشارها
هنيئاً لكم من التمنى اوتارها

لقد غلت للمعالي الدنيا
فمن كانت معاليك أزهارها

أتاني شعرك مثل الحيا — فجدّد للنفس تذكارها
فيا صقر عطفاً على بائس — أبثك للنفس أسرارها

(ترجمہ) اے کویت کے معزز شہسوار! تو نے اپنے شعروں کے ذریعہ دل کے تاروں کو چھیڑ دیا ہے۔ اگر مضامین کو باغات سے تشبیہ دی جائے تو تیرے مضامین ان کے پھول ہوں گے۔ تیرے اشعار میرے پاس بطور زندگی پہنچے اور انہوں نے دل کے ساتھ اپنی دوستی کی تجدید کی۔ اے صقر! اس مصیبت زدہ پر نظر کرم فرما، میں تجھے دل کے اسرار و رموز سے آگاہ کر رہا ہوں۔

خالد الفرج نے شیخ عبدالعزیز الثعالبی کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

انّي لآمل إذ أراك باسماً — أن تنجلي عنا غيوم غياهب
واليأس أوغل في القلوب فلا ترى — منا سوى همّ ووجه قاطب
أما الحقوق فلا تنال بحجة — إلا بحجة مدفع وقواضب
ومتى غدا الطلاب بها مستضعفاً — بسلاحه فالحق حق الغاصب
لا خير في بلد يشيب شبابه — لم يسمعوا بمدارس ومكاتب

(ترجمہ) جب میں تجھے ہنستے مسکراتے دیکھتا ہوں تو امیدوار ہوتا ہوں کہ تاریک بادل ہم سے چھٹ جائیں گے۔ ناامیدی ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو گئی ہے۔ اس لیے تو ہمارے پاس فکر، غم والم اور پژمردہ چہرے ہی دیکھے گا۔ حقوق کا حصول تو فقط توپ اور شمشیر براں ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن جب حقوق کے طالب کمزور و ناتواں ہو جائیں تو پھر حقوق پر غاصب کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ اس سرزمین میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس کے نوجوانوں پر بڑھاپا طاری ہو جائے اور جنھوں نے درسگاہوں کا نام بھی نہ سنا ہو۔

کویت کے ایک عظیم مصلح شیخ عبدالوہاب الفریانی کا انتقال ۱۳۴۳ھ میں بمبئی میں ہوا۔ خالد محمد نے ان کا مرثیہ لکھا جس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

لا تبعدن فإن نأي لك منهج — فالبعد في القلب الصفي تداني
إن متّ مبتعداً فذكرك خالدٌ — متجدّدٌ بتجدّد الأزمان
لكن بلاد الشرق آنّ رجاله — تجزى على أعمالها بهوان

هطلت على ذاك الضريح برحمة — تُزجيه المرضى وسحائب الغفران

(ترجمہ) اگرچہ تیری خواب گاہ بہت دُور ہے لیکن تو کبھی نہ بھلایا جائے ! پاکیزہ دل کے لیے دُوری بھی قربت ہوتی ہے۔ اگرچہ تو ایک دُور دراز جگہ میں موت سے ہمکنار ہوا لیکن تیری یاد ہمیشہ باقی رہے گی اور ہر زمانے میں تازہ رہے گی لیکن مشرق کے ملکوں میں لوگوں کو ان کے بڑے کارناموں پر ذلت عطا کی جاتی ہے ۔ اس کی قبر پر اللہ کی رحمت و خوشنودی اور مغفرت کے بادل چھم چھم برسیں ۔

جمی بن قاسم آل جمی

ان کی مشہور نظم "قوم سے خطاب" ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ۔

اقسمت یا شعب انّی — لا اخلف الدهر عهدك

وعدتني بنهوض — فحقق الله وعدك

یا شعب قلبي كليم — قد كلمته الليالي

یا شعب انّ شفائي — امنية من محال

خیر الانام همام — یصون حق البلاد

مفكراً كلّ حين — بنقض اسّ الفساد

(ترجمہ) اے قوم! تو نے قسم کھائی تھی کہ "میں کبھی تمہارے ساتھ کیے گئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کروں گا" تو نے مجھ سے تحریک و انقلاب کا وعدہ کیا تھا۔ خدا کرے ، تو اپنے وعدے کو سچا کر دکھائے۔ اے قوم! میرا دل زخم خوردہ ہے ۔ اسے زمانے نے زخم لگائے ہیں ۔ اے قوم! ان زخموں سے میرا شفایاب ہونا ناممکن نظر آتا ہے ۔ سب لوگوں سے بہتر وہ ہیرو ہوتا ہے جو اپنے وطن کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ہر وقت فتنہ و فساد کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کی تدبیریں سوچتا رہتا ہے ۔

النادی الأدبی کے اجلاس میں جمی نے کویتی نوجوانوں سے اس طرح خطاب کیا تھا ۔

وان سألوك عن مجد تقضى — وعن حال الجدود الغابرينا

فقولي انهم كانوا رجالاً — الى العلياء ظلّوا مسرعينا

يجيدون المسير الى المعالي — فكانوا بالمفاخر مزينا

وانتم مثلهم جسماً وخلقاً فهل بالفعل انتم مقتدونا
فجدّ وافی المسیر لنیل علم فبئس العیش عیش الجاهلینا

(ترجمہ) اگر لوگ تجھ سے گزشتہ مجد و شرف اور آباو اجداد کے بارے میں سوال کریں تو تو ان سے کہہ دے کہ وہ ایسے لوگ تھے جو بلندیوں تک پہنچنے میں جلدی کرتے تھے۔ بلندیوں کی طرف ان کا چلنا بڑا عمدہ تھا اور وہ قابل فخر کارناموں کے حصول میں کامیاب ہوتے تھے اور اب تم بھی تو خلقت اور جسم کے اعتبار سے انہی جیسے ہو لیکن تم عمل میں ان کی پیروی کیوں نہیں کرتے۔ حصول علم کے لیے تیز تیز قدم اٹھاؤ کیونکہ سب سے بری زندگی جاہلوں کی زندگی ہے۔

"زمانے سے خطاب" کے چند اشعار یہ ہیں۔

صحبتك یا زمان بشرط أن لا تعاکسنی بأمر من أموری
وان ترنو الیّ بعین طوع کما یرنو الصغیر الی الکبیر

(ترجمہ) اے زمانے! میں نے صرف اس شرط پر تیرے ساتھ رہنا گوارا کیا تھا کہ تو کسی معاملے میں بھی میرے برعکس نہیں چلے گا (مخالفت نہیں کرے گا) اور تو میری طرف ایسی اطاعت گزار نظروں سے دیکھے گا جیسے ایک چھوٹا بچہ اپنے سے بزرگ تر کی طرف دیکھتا ہے۔

السید مساعد بن عبداللہ الرفاعی

یہ بھی ایک مشہور شاعر ہیں جن کی ایک غزل درج ذیل ہے:۔

یا من شفاء سقامی شمّ ریّاها ومن مدامی زلالٌ فی ثنایاها
ومن هی الشمس وجهاً والجبین لها یحکی الهلال وعین العین عیناها
الله یکلأ هیفاء بلیت بها عشقاً وعین آله العرش ترعاها
النفس طالبةٌ وصل التی عشقت والعین راغبةٌ رؤیا محیّاها

(ترجمہ) اے وہ شخصیت کہ جس کی بو کا سونگھنا میری بیماری (عشق) کے لیے باعث شفا ہے اور جس کے ہونٹوں کا میٹھا خوشگوار پانی میرے لیے شراب کی طرح ہے اور جس کا چہرہ مثل آفتاب ہے اور جس کی پیشانی ماہتاب سے مشابہ ہے اور جس کی آنکھیں نیل گائے کی سی ہیں۔ اللہ اس پتلی کمر والی محبوبہ کا نگہبان ہو جس کی محبت میں میں مبتلا کیا گیا ہوں اور عرش کے معبود کی نگاہ اس

کی حفاظت کرتی رہے۔ میری روح اس کے وصل کی طالب ہے جس سے اسے محبت ہے اور میری آنکھ اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھنے کی متمنی ہے۔

احمد بن خالد المشاری

کویت کے ایک مشہور شاعر احمد بن خالد ہیں جن کی بعض نظموں کے اشعار ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں
نوجوانوں سے خطاب

فتی العلم هذا موطن الکسب والأجر ... تشمر ولا تکسل عن النصح والزجر
وداو کلوم الجهل فی بلسم الحجا ... وایقظ نیاما حائرین من السکر
فتی العلم هل للعلم ثم مزیة ... اذا ما انطوی بین الضمائر والصدر

(ترجمہ) اے صاحب علم نوجوان! یہ دنیا عمل اور بدلے کی جگہ ہے پس تو تیار اور آمادہ ہو جا اور برائی سے روکنے میں سستی نہ کر۔ اور جہالت کے زخموں کا علاج عقل کے مرہم میں ڈھونڈ اور نیند میں مدہوش سونے والوں کو بیدار کر۔ اے صاحب علم نوجوان! کیا علم کی کوئی فضیلت رہ جاتی ہے جب کہ وہ سینے میں ہی مدفون رہے۔

غروب آفتاب کا منظر

مالت الشمس وقد حجبها ... حالك الغيم الی نحو المغیب
فبدت منه کحسناء غدت ... ترفع السجف لتودیع الحبیب

(ترجمہ) آفتاب مائل بہ غروب تھا اور اسے ایک سیاہ بادل نے ڈھانپ لیا اور پھر وہ بادل سے اس طرح نمودار ہوا جیسے کوئی حسینہ اپنے محبوب کو الوداع کہتے وقت چہرے سے پردہ اٹھا رہی ہو۔

انتظار

ما زلت ارقب من سما علیاکمو ... برقا تألق ان یجود بمائه
والوعد من نحو الکریم کأنه ... برق یبشر بانسکاب حیائه

(ترجمہ) میں متواتر تمہاری بلندیوں کے آسمان سے ایک بجلی کا منتظر رہا ہوں، جو چمک رہی تھی کہ شاید وہ کھل کر برس بھی پڑے اور ایک صاحب جود و کرم انسان کا وعدہ گویا ایسی بجلی ہوتی ہے جو بادلوں کے چھم چھم برسنے کی خوشخبری دیتی ہے۔

ایفائے عہد

لیس وعد الحرّ برقاً خلّباً　　یولع النفس ولا یشفی الصدا
انت حرٌّ والحجا اثبت لی　　کل حرٍّ منجز ما وعدا

(ترجمہ) آزاد طبع انسان کا وعدہ اس چمکدار بجلی کی طرح نہیں ہوتا جو دل کو لبھا لیتی ہے لیکن پیاس کو نہیں مٹاتی۔ تُو ایک آزاد مرد ہے اور عقل نے میرے سامنے یہ بات ثابت کر دکھائی ہے کہ ہر آزاد مرد جو وعدہ کرتا ہے۔ اُسے پورا کرتا ہے۔

عبدالعزیز الرشید

کویت کے اس علمی تذکرے کو ختم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہاں کی ایک اور صاحب علم و فضل شخصیت مورخِ کویت شیخ عبدالعزیز الرشید کا ذکر بھی کیا جائے۔ شیخ عبدالعزیز الرشید ۱۳۰۱ھ میں کویت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی علوم یہیں حاصل کیے پھر مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں الشیخ ابن عزّوز کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ وہاں سے احساد کو منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد استنبول اور مصر میں بھی رہے۔ انھوں نے ازہر کے اساتذہ سے بھی تحصیل علم کیا۔

کویت واپس آنے پر وہ مدرسہ مبارکیہ میں استاد مقرر کیے گئے اور ایک زبردست مقرر کی حیثیت سے شہرت پائی ۱۳۴۶ھ میں انھوں نے "الکویت" کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔ وہ کافی عرصے کے لیے انڈونیشیا میں بھی مقیم رہے اور علمی و ادبی خدمات انجام دیتے رہے۔ شیخ عبدالعزیز الرشید بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے "تحذیر المسلمین" اور "المحاورۃ الاصلاحیۃ" خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کی کتاب "تاریخ الکویت" اس عرب ریاست کے بارے میں وسیع معلومات کی حامل ہونے کی بنا پر ایک اہم ماخذ سمجھی جاتی ہے۔ اور وہ کویت کے مورخ اوّل کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ شیخ الرشید بہت اچھے شاعر بھی تھے انھوں نے کویت کے اہم تاریخی واقعات کے سلسلے میں بہت سے قصیدے لکھے۔ ان کی زندگی میں کویت میں پیش آنے والا شاید ہی کوئی ایسا علمی و ادبی یا سیاسی واقعہ ہو جسے انھوں نے اپنے شعروں میں ضبط نہ کر لیا ہو۔ وہ ہر موقعہ کی مناسبت سے فی البدیہہ شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ کویت کے تقریباً تمام شعرا و ادبا اور اہل علم و فضل کے علاوہ حکمران خاندان سے بھی ان کے قریبی گہرے تعلقات تھے۔

نمونۂ کلام

یا شباب القوم ھیّا	نبنِ للاوطان مجدا
انّ للاوطان حقًّا	دونه الارواح تفدی
ایها الشبّان جدّوا	حفظ الله المجدّا
ودعوا النوم لقوم	یحسبون النوم س دا
ایه جدّوا ثم ھبّوا	للعلا جمعا وفردا
ثمّ سیروا للعلوم	واکسروا غلاً وقیدا
انّما الدین حیاةٌ	رفضه یوجب طردا
والی الاخلاق فاسعوا	فبها تسمعون قصدا

(ترجمہ) اے نوجوانانِ قوم! آؤ وطن کے مجد وشرف کی بنیادیں استوار کریں۔ وطن کا ہم پر وہ حق ہے کہ اس کے مقابلے میں جانیں قربان کی جانی چاہئیں۔ اے نوجوانانِ قوم! خوب خوب کوشش کرو اللہ تعالےٰ وطن کی عزت کی حفاظت کرے گا اور نیند کو ان لوگوں کے لیے چھوڑ دو جو اسے خوش بختی تصور کرتے ہیں۔ اٹھو اور عزم وہمت سے کام لو۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر بلندی کی طرف بڑھو۔ علوم کے حصول کی طرف پیش قدمی کرو اور (جہالت کی) بیڑیوں کو توڑ ڈالو۔ دین زندگی ہے۔ اس کے ترک کرنے والے کو ٹھکرا دینا لازم ہے اور حسن اخلاق کے لیے پوری پوری تگ ودو کرو۔ اس طرح تم سیدھی راہ پہ چڑھ سکتے ہو۔